جہات :

بڑھتی ہوئی غربت اور حکومت کی ذمہ داری

سوشل پالیسی ڈویلپمنٹ سنٹر کے سربراہ ڈاکٹر حفیظ پاشا صاحب کی پیش کردہ ایک تازہ ترین رپورٹ کیمطابق وطن عزیز کی ایک تہائی سے زیادہ آبادی غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ پاورٹی لائن یعنی غربت کی لکیر ۷۴۸ روپے ماہانہ سے شروع ہوتی ہے اور پاکستان کے ۴۰ فیصد عوام کی اوسط آمدنی اس سے بھی کم ہے۔ صوبہ پنجاب کی فی کس آمدنی ۱۰۵۱ روپے، سندھ کی ۱۰۳۶ روپے، سرحد کی ۷۴۶ روپے اور بلوچستان کی فی کس آمدنی ۷۶۲ روپے ہے۔ بلوچستان کی ۵۴ فیصد اور سندھ کی ۵۰ فیصد دیہی آبادی غربت کی منحوس لکیر سے نیچے ہے۔ پاشا صاحب کا مزید ہولناک انکشاف یہ ہے کہ ملک میں اس وقت ۴ کروڑ ۶۰ لاکھ افراد غربت کی دلدل میں غرق ہیں اور اگلے تین سالوں کے اندر اندر اس تعداد میں مزید ایک کروڑ ۴۰ لاکھ بد نصیبوں کا اضافہ ہو جائے گا۔ جس کے بعد ملک بھر میں غریب ترین افراد کی تعداد ۶ کروڑ ہو جائے گی۔ جو مجموعی آبادی کا ۴۰ فیصد ہو گی۔

(روزنامہ جنگ لاہور، مورخہ ۳۔ جنوری ۲۰۰۱ء)

ملک میں عام غربت وافلاس اور تنگدستی کے حوالے سے اس قسم کے اعداد و شمار سروے اور مصدقہ و سرکاری رپوٹیں غربت کے تناسب میں تھوڑی بہت کمی بیشی کے ساتھ گزشتہ حکومتوں کے دور میں بھی شائع ہوتی رہی ہیں مگر اسے بدقسمتی سمجھا جائے، شامت اعمال تصور کیا جائے۔ دولت کی غیر منصفانہ بلکہ ظالمانہ تقسیم کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ وسائل و ذرائع آمدن پر غاصبانہ قبضہ گردانا جائے یا بر سر اقتدار و اختیار حکومت کی بے حسی سرد مہری اور غفلت کا نام دیا جائے۔ بہر کیف یہ حقیقت تاریخ کا حصہ بن چکی ہے اور ریکارڈ پر موجود ہے کہ ہر حکومت نے غریب عوام کا نام ضرور استعمال کیا، لوگوں کی بہتری بھلائی ترقی خوشحالی اور عام غربت کے خاتمے کے نعرے زبانی کلامی منصوبے اور کاغذی سکیمیں ضرور بنائیں، سبز باغ بہت دکھائے، خالی تقریریں، سیاسی بیانات اور ذرائع ابلاغ میں شور بھی بڑا مچایا۔ عوام کی آنکھوں میں دھول دھونے، دکھلاوے اور آئندہ حصول اقتدار و ووٹ کیلئے کچھ کام شروع بھی کیے مگر اس سلسلے میں خلوص نیت اور پوری ہمدردی و خیر خواہی سے آج تک کوئی حکومت مؤثر اور جراءت مندانہ قدم نہیں اٹھا سکی۔

انسانی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسا دور یا علاقہ نظر آئے جس کے حکمران نے پورے خلوص دل سے اپنی رعایا اور عوام کی خوشحالی کیلئے تمام ممکنہ وسائل و اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے مخلصانہ قدم

اٹھایا ہو اور مالک الملک نے اس کی مشکلات کو آسان نہ فرمایا ہو۔

ایمان 'اسلامی اخلاق 'انسانی ہمدردی اور سب سے بڑھ کر نعمت اقتدار و حکومت کا بنیادی تقاضا ہے کہ رعایا کی اکثریت کی اس طرح غربت 'تنگ حالی' تنگدستی 'افلاس اور بھوک کو دیکھ کر ہمارے حکمرانوں کی نیند اڑ جائے۔ اللوں تللوں 'شاہ خرچیوں اور فضول تعیّشات کو یکسر خیرباد کہہ کر کفایت شعاری اور سادگی کو اپنالیں۔ اور اس وقت تک انہیں سکون نہ آئے جب تک کہ تمام ملکی وسائل اور حکومتی اختیارات کو استعمال میں لاتے ہوئے عوام کی اس بڑھتی ہوئی غربت اور پریشان کن حالت کے خاتمے کا کوئی خاطر خواہ اور تسلی بخش حل نہ تلاش کرلیں۔ اپنی رعایا اور عوام کی حد درجہ خیر خواہی 'خبرگیری 'ہمدردی اور غم گساری کا یہ واقعہ تحریر کر دینا بے جانہ ہوگا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں ۱۸ھ میں جب شدید قحط پڑا جس کی نظیر اہل مدینہ نے کبھی نہیں دیکھی تھی تو فاروق اعظمؓ جو اس وقت لاکھوں مربع میل کے حکمران تھے 'کیا کچھ تعیّشات حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ نے قسم اٹھالی تھی کہ آپ اس وقت تک گوشت اور گھی استعمال نہیں کریں گے جب تک کہ مدینہ منورہ کے ہر فرد کو یہ چیزیں مہیا نہ ہو جائیں۔ اس قحط سالی میں قحط زدہ عوام کے غم میں آپ کس طرح گھلے جارہے تھے 'کس قدر متفکر تھے اور اہل مدینہ کو اس مشکل سے نکالنے کیلئے کیا کیا اقدامات کئے اس کی تفصیل طبقات ابن سعد 'تاریخ طبری 'تاریخ الخلفاء للسیوطی اور ابن جوزی وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ابن سعد اور ابن جوزی وغیرہ نے لکھا ہے کہ گوشت اور گھی کی جگہ تیل کے استعمال سے امیر المؤمنین کے چہرے کی رنگت سیاہ پڑھ گئی تھی حالانکہ آپ بالکل سفید رنگت تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ اگر قحط دور نہ ہوا تو ہمیں اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کے غم میں حضرت عمرؓ جان دے دیں گے۔

وطن عزیز میں یہ افلاس 'تنگدستی اور ہوشربا مہنگائی اور ۴۰ فیصد آبادی کا غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزارنا راقم کے نزدیک اس وجہ سے نہیں کہ ملک میں وسائل و ذرائع معیشت کے اندر کوئی کمی ہے بلکہ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آج تک نہ تو خداداد وسائل معیشت کی تقسیم منصفانہ انداز میں ہوئی ہے اور نہ ہی حکومتی سطح پر ان وسائل کو ایمانداری اور قومی ہمدردی کے جذبہ سے عوام تک پہنچانے کی مخلصانہ سعی کی گئی ہے۔ ورنہ اللہ کریم نے محض اپنے فضل و کرم سے اس ملک کو خطہ ء ارضی پر موجود بڑے بڑے ممالک کے مقابلے میں بے شمار قدرتی وسائل سے مالا مال کر رکھا ہے۔ پاکستان بحمد اللہ فلک بوس پہاڑوں 'حسین وادیوں سرسبز میدانوں اور بہتے دریاؤں کی زمین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس خطہ کو اپنی بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ جنگلات 'دریا' پہاڑ 'وسیع زرخیز میدان 'سطح مرتفع کے علاوہ حیواناتی صنعتی اور معدنی دولت سے بھی اسے مالا مال کیا گیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اسے بے شمار خوبیوں کی حامل افرادی قوت بھی دی گئی ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جس ملک کی گندم اپنی ہو۔ کپاس اپنی ہو'

گنا اپنا ہو' چاول اپنا ہو' جو ملک دال اپنی بوئے سبزی اپنی اگائے' پھل اپنے پیدا کرے' جس ملک میں وافر قابل کاشت زمین بھی ہو' زمین کے دامن پر دریا بھی ہو' نہروں کا جال بھی ہو' درختوں کے ذخیرے بھی ہوں اور جس دھرتی کے پیٹ میں تیل بھی ہو لوہا بھی ہو' تانبا بھی ہو' جست بھی ہو اور جس کی پیٹھ پر فلک بوس پہاڑ بھی ہوں مٹی کے تودے بھی ہوں غرض ضرورت کی ہر چیز پیدا ہوتی ہو تو ماننا پڑتا ہے کہ اصولی طور پر وہاں اتنی مفلسی' غربت اور خستہ حالی ہونی نہیں چاہیے۔ اصل بات اور خرابی کی جڑ یہ ہے کہ باون سالہ حکومتی طرز عمل کے مطابق بہت سے ملکی خزانے اور وسائل تو خود حکومت سمیٹ لے جاتی ہے۔ عوام کیلئے مسائل نہیں بچیں گے۔ تو اور کیا ہوگا۔ اس طرح دودھ کی ساری بالائی تو طبقہ بالا اتار کر لے جاتا ہے۔ باقی اہل وطن چھاچھ پر گزارہ نہیں کریں تو اور کیا کریں گے۔

یہ امر بالکل واضح ہے کہ پاکستانی قوم کا استحصال کسی غیر ملکی طاقت نے نہیں کیا۔ اس ملک کو اربوں ڈالر قرض کے بھاری بوجھ کے نیچے کسی بیرونی حکومت نے نہیں دبایا۔ یہ ناگفتہ بہ معاشی صورت حال' روز افزوں غربت اور اقتصادی بحران کسی غیر کا کیا دھرا نہیں بلکہ سب کچھ اپنوں کی "مہربانیوں" اور ہوس رانیوں کا نتیجہ ہے۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

بہر حال ابھی تلافی مافات کی جا سکتی ہے۔ اب بھی ملک عزیز کے خداداد قدرتی وسائل کو پوری دیانتداری' ہمدردی' خلوص نیت اور منظم انداز میں کام میں لایا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ مسئلہ حل نہ ہو' ملک سے غربت دور نہ ہو' لوگوں کی کم از کم بنیادی ضروریات زندگی پوری نہ ہوں۔ اور خوشحالی کا دور دورہ نہ ہو۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

(مدیر مسئول)